علامہ اقبال اور سوامی رام تیر تھ

رضوان خاں بھٹی
ایم فل سکالر (اردو)
منہاج یونیورسٹی، لاہور

ALLAMA IQBAL AND SWAMI RAM TIRATH

Rizwan Khan Bhatti
M.Phil Scholor (Urdu)
Minhaj University, Lahore

Abstract

Allama Iqbal admired the greatness of the fabulous brains of his ancestors and of his own era by mentioning their names in his poetry, highlighting their ideology. There are more than fifty poems having title on the names of personalities who left lasting impact on the people. One such poem is titled as “Swami Ram Tirath” which is included in “Bang e Dara”. Initially, it was comprised of seven coupelets later on Allama Iqbal resized it to six couplets. In this poem Iqbal has praised the thoughts of Swami Raam Tirath. The article is about Allama Iqbal’s said poem written in honour of a Hindu saint Sawami Ram Tirath.

Keywords:

علامہ اقبال، سوامی رام تیر تھ، اسلام، ہندو مت، ویدانت، لاہور، کوہ ہمالیہ

تعارف و شخصیت

اصل نام تیر تھ رام تھا۔ ہندو مت اور رام سے گہری عقیدت اور لگن کی وجہ سے تیر تھ رام سے رام تیر تھ بن گئے۔ ۱۸۷۳ء میں ضلع گوجرانوالا کے ایک گاؤں مرالی والا میں پیدا ہوئے اس روز ہندوؤں کا تہوار دیوالی تھا۔ گاؤں کے پرائمری سکول سے پانچویں کا امتحان پاس کیا اور وظیفہ حاصل کیا تاہم قرب و جوار میں مڈل یا ہائی سکول نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ بعد ازاں ۱۸۸۶ء میں بہ طور پرائیویٹ طالب علم اینگلو ورنیکلر کا امتحان دیا۔ گوجرانوالا کی ایک صاحب ثروت شخصیت ہیر انند نے مزید تعلیم کے لیے رام تیر تھ کو مالی سرپرستی فراہم کی اور انھیں انٹرنس یعنی میٹرک کی تعلیم کے لیے گوجرانوالا بھیج دیا۔ ۱۸۸۸ء میں رام تیر تھ نے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے انٹرنس کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ مزید تعلیم کے لیے مئی ۱۸۸۸ء میں لاہور آئے اور مشن کالج میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا۔ اس بار ان کے تعلیمی اخراجات بھگت دھنا رام نے اپنے ذمے لے لیے۔ انٹر کا امتحان ۱۸۹۰ء میں سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ ۱۸۹۲ء میں بی اے کا امتحان دیا لیکن کام یاب نہ ہو سکے۔ تاہم ہمت نہ ہاری اور مزید محنت کے ساتھ اگلے سال دوبارہ امتحان دیا اور یونیورسٹی بھر میں اول رہے۔ اس سال وہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والے یونیورسٹی کے واحد طالب علم تھے۔ اول آنے پر انھیں سلور میڈل اور ۳۵۰ روپے ماہانہ وظیفہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ بی اے سائنس میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے پر انھوں نے پنجاب سائنس انسٹیٹیوٹ کی طرف سے بھی انعام حاصل کیا۔ ۱۸۹۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے ریاضی کا امتحان دیا اور تھرڈ کلاس میں پاس ہوئے۔ اس امتحان میں پاس ہونے والے وہ واحد طالب علم تھے۔ ڈاکٹر ایونگ، پرنسپل مشن کالج، تیر تھ رام سے خصوصی شفقت رکھتے تھے، انھوں نے بہ طور پروفیسر ریاضی مشن کالج میں ملازمت کی پیش کش کی جسے تیر تھ رام نے قبول کر لیا اور وہاں چند ماہ ملازم رہے۔ ابتدا سے ہی وہ مذہبی علوم اور ہندو دھرم کی تعلیمات میں گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ ایم اے ریاضی کے دوران ہی انھیں سناتن دھرم پر لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا جاتا تھا۔ موسم گرما کی تعطیلات میں وہ ہندوؤں کے مذہبی مقامات کی یاترا کے لیے روانہ ہوئے اور ہر دوار گنگا پار، ہری کی پیڑھی اور رشیوں کے مسکن کوہ ہمالیہ تک گئے اور پھر واپس لاہور آئے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> "۱۸۹۵ء میں سوامی کرسچن کالج میں عارضی لیکچرر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر ایونگ انھیں پسند کرتے تھے۔ ایک بار کالج میں ان کا لیکچر کرایا گیا اس میں انھوں نے

دعویٰ کیا کہ "ایک بار میں عیسیٰ مسیح بن کر پیام دینے آیا تھا، مجھے غلط سمجھا گیا اس لیے میں دوبارہ حاضر ہوا ہوں۔ "انا الحق قسم کے اس دعوے پر مسیحی لوگ ناراض ہو گئے اور انھیں کالج سے برطرف کر دیا گیا۔"(۱)

وہ کچھ عرصہ مرے کالج سیالکوٹ میں بھی پروفیسر رہے۔ ان کی اہلیہ، بیٹا مدن موہن اور بھتیجا بھی ان کے ساتھ رہتے تھے لیکن وہ اکثر تنہا ہی نظر آتے۔ گھنٹوں آنکھیں بند کیے مراقبے میں بیٹھے رہتے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ آخر کار انھوں نے گھر بار تیاگ کر سنیاس لے لیا اور تپ جپ کرنے لگے۔ ملک کے طول و عرض میں لوگوں کو "ویدانت" کا درس دیتے پھرے۔

ویدانت یا اتر میمانسا بنیادی طور پر ہندو مذہب کے چھ تقلید پسند (استک) مکاتبِ فکر میں سے ایک فلسفہ ہے۔ ویدانت کا لفظی "ویدوں کا اختتام یا جوہر" لیا جاتا ہے۔ ویدانت ان تمام مذہبی اور فلسفیانہ روایات کا عکاس ہے جو "اپنشدوں" میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ فلسفہ ہندو روحانیات کی بنیاد ہے۔ ہندو مذہب کے مطابق ویدانت سے مراد علم اور عقل و شعور کی انتہا ہے کہ انسان اپنے مراقبے سے سلوک و معرفت کے اس درجے تک پہنچ جائے جہاں علم و عقل کی انتہا ہے اور اس لحاظ سے یہ نظریہ "وحدت الوجود" کا ہی ایک پرتو ہے کہ اگر انسان اپنی روح سے جڑی دنیاوی جہالتوں اور دیگر لوازمات کو ترک کر لے تو اس کی روح کو روحِ کل یعنی خدائے مطلق سے ملایا جا سکتا ہے۔ اسی فلسفے کی وجہ سے ہندو مت میں رہبانیت اور خود اذیتی عام رائج ہے۔ آج کے ہندوؤں میں عملی طور پر جو فلسفہ کار فرما ہے وہ یہی فلسفہ ویدانت ہے۔ غالباً اسی کے زیرِ اثر اسلامی تصوف اور سلوک و معرفت کی راہ میں بعض مسلمان اپنے نفس کو اذیت دینے کی خاطر دنیا و مافیہا اور رشتوں کی زنجیریں توڑ کر دنیا کو تیاگ دیتے ہیں۔ سوامی رام تیرتھ کے نظریہ ویدانت کو افتخار احمد صدیقی یوں بیان کرتے ہیں:

"ویدانت کی روح بس اتنی سی بات میں ہے کہ کسی مصیبت کو اپنے اوپر طاری نہ ہونے دو۔ اپنے میں خدا کی موجودگی کے احساس سے ہمیشہ خوش اور پر سکون رہو۔"(۲)

پھر انھیں یہ خیال آیا کہ ویدانت کا نور ملک سے باہر بھی پھیلانا چاہیے چناں چہ امریکا چل دیے۔ جب ان کا جہاز امریکا پہنچنے کو تھا تو ایک ساتھی مسافر نے پوچھا کہ امریکا میں کسی کو جانتے ہو؟ سوامی نے جواب دیا "ہاں میرا ایک دوست ہے جو وہاں میرا تمام انتظام کرے گا"۔ اس نے پوچھا "وہ کون ہے؟ سوامی جی نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "وہ تم ہو" چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ اس اجنبی نے امریکا

میں ان کی میز بانی کی۔ سوامی جی امریکا میں بہت مقبول ہوئے۔ امریکیوں میں ان کی مقبولیت سے مسیحی پادریوں کو ان سے حسد ہونے لگا اور وہ امریکہ سے واپس آکر رشی کیش کے پاس لکشمن جھولا آ گئے۔ ۲۰/اکتوبر ۱۸۰۶ء کو اپنے گرو دھنا رام کے ہم راہ دیوالی کے دن کشا گھاٹ کے پاس گنگا میں نہانے کے لیے داخل ہوئے۔ پہاڑی ندی میں سیلاب آیا ہوا تھا موجیں زوردار تھیں سوامی جی پانی میں آگے بڑھتے گئے۔ کنارے سے چیلے چلائے آگے نہ جایئے لیکن وسط دریا میں پہنچ کر غائب ہو گئے۔ تین دن کی تلاش بسیار کے باوجود لاش نہ ملی۔ تیسرے دن ان کی نعش اسی مقام سے برآمد ہوئی جہاں غرقاب ہوئے تھے۔ وہ سمادھی کے آسن میں تھے اور آنکھیں بند تھیں۔ ان کی موت کے بارے میں مختلف اور متضاد روایات ملتی ہیں۔ یوسف سلیم چشتی نے "شرح بانگِ درا" اور سید عابد علی عابدؔ نے "تلمیحاتِ اقبال" میں سوامی رام تیرتھ کی موت کے حوالے سے ملتے جلتے الفاظ کہے ہیں۔ تاہم ڈاکٹر اکبر حسین قریشی لکھتے ہیں:

> "۲۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو وہ اپنے معمول کے مطابق ہردوار گئے تھے۔ایک دن اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو دریائے گنگا کے کنارے بیٹھے ہوئے ویدانت کا درس دے رہے تھے کہ دفعتاً انھوں نے غسل کا ارادہ کیا اور تیرتے ہوئے دور نکل گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان پر اسی حالت میں رام کی محبت کا آغاز ہوا اور عین دریا میں جذب و مستی کی حالت طاری ہو گئی نتیجتاً وہ لہروں میں ڈوب گئے۔ تین دن بعد ان کی لاش خود بخود کنارے پر آ گئی۔"(۳)

تیرتھ رام پنجابی زبان میں اشعار بھی کہتے تھے۔ سوامی تیرتھ رام کی زندگی کا ایک دل چسپ پہلو یہ بھی ہے کہ وہ دیوالی کے دن پیدا ہوئے، دیوالی کے دن سنیاس لیا اور دیوالی کے دن ہی انتقال کیا۔ سوامی رام تیرتھ کے عقیدہ کے بارے میں جگن ناتھ آزادؔ لکھتے ہیں:

> "سوامی رام تیرتھ ہندوؤں کے ایک مذہبی رہنما تھے۔ ویدانت یعنی وحدت الوجود ان کا عقیدہ تھا۔ اسلامی وحدت الوجود نہیں، جس میں کائنات کو مظہر ذاتِ خداوندی قرار دیا گیا تھا۔ بل کہ وہ وحدت الوجود جس کی ابتدا ہندوستان میں شری شنکر اچاریہ نے کی اور جس کے مطابق کائنات کو مایا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (۴)

سوامی رام تیرتھ کے حالات اور معمولات کے بارے میں اگست ۱۹۱۳ء کے "مخزن" کے شمارہ میں ایک مضمون میں سعید سلیم وارثی یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"پنجاب کے ہونہار روحانی ناخدالوگوں میں سے میں نے اس شخص کو دیکھا۔ان کا قیام کچھ عرصہ تک اچھیانی میں بھی رہا۔ میرے مکان سے بہت قریب جگہ ہے جس مقام پر وہ سکونت کرتے تھے وہ گنگا کا دہانہ تھا۔اکثر مجھے ان سے ملنے جلنے کا موقع ملتا تھا۔سوامی جی کو حافظ اور شمس کی غزلیں اکثر زبانی یاد تھیں۔لوگوں نے عرصہ تک سوامی جی کو مسلمان جانا۔وہ کبھی کبھی مسجد میں آکر قرآن کی تلاوت بھی کرنے لگے تھے اور ان کا مطلب لوگوں کو سمجھاتے تھے۔کبھی وہ مندر میں بھی چلے جاتے تھے۔وہ گوشت مطلق نہیں کھاتے تھے۔مگر مسلمان اور ہندو کسی کے یہاں کھانا کھا لینے سے ان کو عذر نہ ہوتا تھا۔میں نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ "مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق کوئی منزل بغیر مسلمان ہوئے طے نہیں ہو سکتی"۔آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ فرمایا: بہت سچا خیال ہے۔میرا بھی یہی خیال ہے کہ بغیر ہندو ہوئے کوئی منزل طے نہیں ہو سکتی۔دونوں خیالوں میں کوئی فرق نہیں پیغمبر کی تعمیل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔میں شان رسالت کو جس آنکھ سے دیکھتا ہوں ظاہری مسلمان نہیں دیکھ سکتے۔نہ ہی ظاہری مسلمان کو مسلمان سمجھتا ہوں۔جن کو مسلمان سمجھتا ہوں ان کی کفش برداری میرا فخر ہے۔میں مسلمان ہوں ان مسلمانوں میں اور ہندو ہوں ان ہندوؤں میں جن کے دلوں میں خدا کی محبت ہے۔میں اس وحدہ لاشریک کو ایک مانتا ہوں،ایک جانتا ہوں،شرک سے نفرت کرتا ہوں،کفر پر لعنت بھیجتا ہوں۔" (۵)

علامہ اقبال اور سوامی رام تیرتھ

تیرتھ رام گورنمنٹ کالج لاہور میں علامہ اقبال سے چار سال سینئر تھے۔جن دنوں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان میں مقیم تھے،انھی دنوں سوامی رام تیرتھ کی موت ہوئی۔قرائن و شواہد سے ایسا کوئی حوالہ نہیں مل سکا کہ اقبال کی سوامی رام تیرتھ سے کوئی ملاقات رہی یا نہیں اور اگر رہی تو کہاں اور کس تناظر میں۔سوامی مختصر مدت کے لیے اورینٹل کالج لاہور سے بھی وابستہ رہے۔قیاس ہے کہ گورنمنٹ کالج اور اورینٹل کالج ہی میں ان کی ملاقات ہوئی ہوگی۔نہ ہی کوئی ایسا حوالہ دست یاب ہو سکا ہے کہ سوامی رام تیرتھ کی اس اندوہ ناک موت کی اطلاع اقبال کو کیوں کر پہنچی اور اقبال نے ان کی وفات پر یہ نظم لکھی۔

پروفیسر خواجہ عبدالحمید لکھتے ہیں:

"کچھ لوگوں نے رام تیر تھ کی سوانح لکھی تو اقبال سے بھی ان کے بارے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ سوامی جی برہمچاریہ کے پرچار کے لیے امریکہ گئے۔ وہاں ایک مریدنی ضرورت سے زیادہ فیض یاب ہوئی تھی۔ واپسی پر سوامی جی اس عورت اور بچے کو امریکہ ہی چھوڑ آئے۔ وہ برہمچاریہ کو نبھا نہ سکے اور بجائے اس کے کہ وہ غلط تعلیم اور غلط اصول کو چھوڑتے انھوں نے اپنی ناکامی کو چھپانا چاہا۔"(۶)

اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

" حال ہی میں مجھے جناب ایس ایل پراشر ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج آف آرٹس چندی گڑھ ملے۔ یہ صاحب ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں ایم اے کیا۔ کالج کے دنوں میں اکثر اقبال کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال نے ان سے کہا تھا کہ سوامی رام تیرتھ کے ایک امریکی خاتون سے ناجائز تعلقات تھے۔ اسی کے احساسِ جرم کی وجہ سے انھوں نے دریا میں ڈوب کر خودکشی کرلی۔ ہو سکتا ہے یہ امریکی مسیحی پادریوں کی بہتان تراشی کی وجہ سے ہو جسے اقبال نے اپنی نجی صحبتوں میں بھی بیان کیا ہے۔"(۷)

علامہ اقبال کے والد صوفیانہ ذہن رکھتے تھے اور انھیں تصوف کے معاملات اور اس کی واردات سے قلبی دل چسپی تھی۔ ابن العربی جو ایک نام ور وجودی فلسفی اور صوفی ہیں۔ ان کی تصانیف "فتوحاتِ مکیہ" اور "فصوص الحکم" شیخ نور محمد کے زیرِ مطالعہ رہیں۔ اقبال کا گھریلو ماحول بھی ایسا تھا جس کی وجہ سے اقبال کا بھی معرفت و سلوک اور تصوف کی طرف فطری میلان تھا۔ یہ نظم اقبال کے اسی ابتدائی دور کی یادگار ہے جب اقبال اس ماحول کے زیرِ اثر تصوف کی اصطلاح وحدت الوجود اور اس کے داعی صوفیہ و مبلغین سے متاثر رہے اور ان کی تصانیف کا مطالعہ کرتے رہے تاہم بعد ازاں ان سے رجوع کر گئے۔ خواجہ حسن نظامی کو لکھے گئے ایک خط بمطابق ۳۰ دسمبر، ۱۹۱۵ء میں اقبال لکھتے ہیں:

"۔۔۔ میری نسبت آپ کو معلوم ہے۔ میرا فطری اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے اور بھی قوی ہو گیا تھا کیوں کہ فلسفہ یورپ مجموعی طور پر وحدت الوجود کی طرف رخ کرتا ہے۔ مگر قرآن پر تدبر کرنے اور تاریخِ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا اور اس مقصد کے لیے مجھے اپنے فطری اور آبائی رجحانات کے ساتھ ایک خوف ناک دماغی اور قلبی جہاد کرنا پڑا۔"(۸)

نظم "سوامی رام تیر تھ "(۹) مشمولہ "بانگِ درا"

اس نظم میں کل چھ اشعار ہیں۔ مثنوی کی ہیئت میں یہ نظم سوامی رام تیر تھ کی وفات پر لکھی گئی اور پہلی بار "مخزن" کے شمارہ جنوری ۱۹۰۷ء میں شایع ہوئی۔ یہ نظم بحر "رمل مثمن محذوف" میں لکھی گئی ہے جس کا وزن "فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن " ہے۔ غالبؔ کے دیوان کی پہلی غزل: نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا، بھی اسی بحر میں لکھی گئی ہے۔ گیان چند جین کے مطابق اصلاً اس نظم کے سات شعر تھے تاہم "بانگ درا" کی ترتیب وتدوین کے وقت اس کا آخری شعر حذف کر دیا گیا۔ اس نظم میں خوب صورت تراکیب مثلاً "قطرۂ بے تاب، گوہرِ نایاب، رازِ رنگ وبو، اسیرِ امتیازِ رنگ وبو، شورشِ محشر، چشمِ نابینا، معنیِ انجام، سیماب سیم خام اور بتِ ہستی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس نظم میں آزر، ابراہیم علیہ السلام اور تسنیم جیسی خوب صورت تلمیحات کا بھی بر محل استعمال کیا گیا ہے۔

اس نظم میں اقبال نے سوامی رام تیر تھ کے فلسفہ حیات کو موضوع بنایا ہے اور بتایا ہے کہ موت اگرچہ زندگی کی موجودہ صورت کو بدل دیتی ہے لیکن اسے ختم نہیں کرتی بل کہ ایک قطرہ بے تاب کو گوہر نایاب بنا دیتی ہے۔ اقبال اسی خیال کو ایک اور جگہ یوں بھی بیان کرتے ہیں:

موت کو سمجھے ہے غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوام زندگی (۱۰)

انسانی زندگی کا یہ مختصر ہنگامہ شورشِ محشر بن جاتا ہے اور یوں یہ شرارہ بجھ کر اس آتش کدے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس نظم میں "ویدانت" کے نظریے کو چند اشعار میں یوں بیان کر دیا ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے:

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرہ بے تاب تو
پہلے گوہر تھا، بنا اب گوہر نایاب تو
نفی ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
'لا' کے دریا میں نہاں موتی ہے 'الا اللہ' کا(۱۱)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) جین، گیان چند(۲۰۰۴ء)ابتدائی کلام اقبال بہ ترتیب مہ وسال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ص ۳۰۵

(۲) صدیقی، افتخار احمد (۱۹۸۷ء) عروجِ اقبال، لاہور، بزمِ اقبال، ص ۱۰۰

(۳) قریشی، اکبر حسین (۱۹۷۰ء) تلمیحات واشاراتِ اقبال، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ص ۲۵۲

(۴) آزاد، جگن ناتھ (۲۰۱۹ء)اقبال اور اس کا عہد، لاہور، مکتبہ یوسفیہ (ص ۲۲، ص ۱۱۲۔۱۱۳)

(۵) وارثی، سعید سلیم مدیر (اگست ۱۹۱۳ء) ماہنامہ مخزن، لاہور

(۶) عبدالحمید، خواجہ (۱۹۷۴ء) یادِ اقبال، نئی دہلی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ص ۱۷

(۷) جین، گیان چند(۲۰۰۴ء)ابتدائی کلام اقبال بہ ترتیب مہ وسال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ص ۳۰۸

(۸) ہاشمی، رفیع الدین (۱۹۷۶ء) خطوطِ اقبال، لاہور، مکتبہ خیابانِ ادب، ص ۱۱۴

(۹) اقبال، علامہ محمد (۲۰۱۸ء) کلیات اقبال (اردو)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ص ۱۳۹

(۱۰) اقبال، علامہ محمد (۲۰۱۸ء) کلیات اقبال (اردو)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ص ۲۸۲

(۱۱) اقبال، علامہ محمد (۲۰۱۸ء) کلیات اقبال (اردو)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ص ۱۳۹

❖❖❖